Chapter 31 سورة لقمٰن Luqman, the sage

آیات 34

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے جو سنورنے والوں کی مرحلہ وار اور قدم بہ قدم مدد و رہنمائی کرتے ہوئے انہیں ان کے کمال تک لے جانے والا ہے (وہ یہ آگاہی دے رہا ہے کہ)!

الٓـمّٓ ﴿۱﴾

1-ا یعنی اللہ ل یعنی علیم م یعنی حکیم یعنی اللہ وہ جو لامحدود علم والا ہے اور درست و نادرست کی اٹل حدیں مقرر کر کے حقائق کی باریکیوں کے مطابق فیصلے کرنے والا ہے (یہ اس کا ارشاد ہے کہ)!

تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡحَکِیۡمِ ﴿۲﴾

2-یہ آیات یعنی یہ نازل کردہ سچائیاں واحکام وقوانین اس ضابطۂ حیات کے ہیں جو درست و نادرست کی اٹل حدیں مقرر کر کے حقائق کی باریکیوں کے مطابق فیصلے کرنے والا ہے۔

ہُدًی وَّ رَحۡمَۃً لِّلۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۳﴾

3-(اور) یہ ان لوگوں کی درست و روشن راستے کی طرف مدد و رہنمائی کرتے ہوئے انہیں ان کے کمال تک لے جانے والا ہے جو حقیقی ضرورت مندوں کو ان کی ضرورت کے مطابق عدل سے زیادہ دینے والے ہیں اور زندگی کے حسن و توازن میں اضافہ کرنے کی تگ و دو میں لگے رہتے ہیں۔

الَّذِیۡنَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَ ہُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ یُوۡقِنُوۡنَ ﴿۴﴾

4-(اور یہ آیات ان لوگوں کے لئے بھی ہدایت و رحمت ہیں) جو صلوٰۃ قائم کرتے ہیں یعنی جو نماز سمیت اللہ کے احکام وقوانین کا نظام قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ کی ادائیگی کرتے ہیں تاکہ افراد کی صلاحیتوں کی نشوونما ہوتی رہے اور یہ لوگ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

اُولٰٓئِکَ عَلٰی ہُدًی مِّنۡ رَّبِّہِمۡ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۵﴾

5-(وہ لوگ جنہوں نے اپنی زندگی کا راستہ نازل کردہ اس ہدایت کے مطابق اختیار کر رکھا ہے تو پھر یقین کر لو کہ) یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جن کی مرادوں کی کھیتیاں لہلہا اٹھیں گی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝۶

6-اور (ان کے برعکس) انسانوں میں ایسے بھی ہیں جو بلاسوچے سمجھے ایسی باتوں کو خرید لاتے ہیں جو انسان کی توجہ کو اللہ کے طے کردہ مقاصد اور ذمہ داریوں سے ہٹانے اور انہیں حیوانی سطح پر لانے کا سبب بنتی ہیں (لھوالحدیث)۔اور پھر ان سے (دوسروں) کو بھی اللہ کے راستے سے ہٹا کر غلط راستے پر ڈال دیتے ہیں اور پھر (اللہ کے راستے کو) ہنسی مذاق ہی ٹھہراتے رہتے ہیں، تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے عذاب مھین ہے یعنی ایسا عذابِ جو عزت و وقار چھین کر ذلیل ورسوا کر دینے والا ہوتا ہے۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۷

7-اور (ایسے لوگوں کی حالت یہ ہوتی ہے کہ) جب ان کے سامنے ہماری آیات یعنی ہماری سچائیاں واحکام وقوانین پیش کیے جاتے ہیں تو وہ تکبر سے منہ موڑ لیتے ہیں جیسے کہ انہوں نے سنا ہی نہیں، جیسے کہ ان کے کان بھاری ہو گئے ہوں (اور سننے کے قابل ہی نہ رہے ہوں)۔لہٰذا، انہیں خبر سنا دو کہ ان کے لئے عذابِ الیم ہے یعنی ایسا عذاب جو مسرتوں اور خوشگواریوں کو چھین کر دردناک الم و بے اطمینانی دینے والا ہوتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ۝۸

8-(لیکن ان کے برعکس) بلاشبہ وہ لوگ جو ایمان لے آئے اور سنور نے سنوارنے کے کام کرتے رہے تو ان کے لئے جنت النعیم ہے یعنی راحتوں اور مسرتوں کے ایسے مقامات ہیں جو خوشگواریوں اور سرفرازیوں سے لبریز ہیں۔۔

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۹

9-(اور) وہ ان (جنتوں) میں ہمیشہ رہیں گے۔یہ اللہ کا وعدہ ہے جو حقیقت بن کر سامنے آجائے گا کیونکہ وہ عزیز ہے یعنی ساری کائنات میں غلبہ واقتدار صرف اس کے قوانین کو حاصل ہے اور وہ حکیم ہے یعنی وہ درست ونادرست کی اٹل حدیں مقرر کر کے حقائق کی باریکیوں کے مطابق فیصلے کرنے والا ہے (اس لئے کوئی ایسا نہیں ہوگا جو اپنے اعمال کے اجر کے بغیر رہ جائے گا)۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝۱۰

10-(اور اس کے عزیز وحکیم ہونے کا اندازہ لگانا ہو تو ساری کائنات پر غور کرو اور دیکھ لو کہ) اس نے بغیر ستونوں کے

آسمانوں کو درست توازن و تناسب کے پیمانے کے مطابق وجود پذیر کر رکھا ہے حالانکہ تم انہیں دیکھتے بھی ہو (مگر پھر بھی غور نہیں کرتے۔ نہ صرف یہ) بلکہ اس نے زمین میں پہاڑ جما دیے (تا کہ یہ توازن میں رہے) اور تمہیں لے کر ڈھلک نہ جائے اور اس میں ہر قسم کے ذی حیات پھیلا رکھے ہیں۔ اور ہم ہی آسمان سے پانی نازل کرتے ہیں اور پھر ہم نے اس میں نباتات پیدا کیں اور ان میں ہر ایک کے ایسے جوڑے بنا دیے جو مزید عمدہ و مفید پیداوار کا باعث بنتے چلے جاتے ہیں (زوجٍ کریم)۔

ع 1 11 10

هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ط بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ع ﴿۱۱﴾

11-(لہٰذا، ان سے پوچھو! کہ) یہ تو وہ ہے جو اللہ کی تخلیق ہے۔ اب تم مجھے دکھاؤ کہ اگر اللہ کے سوا (کوئی اور بھی خدا ہیں) تو انہوں نے کیا تخلیق کیا ہے؟ چنانچہ (جو لوگ خالق کو خالق کے مقام پر اور مخلوق کو مخلوق کے مقام پر نہیں رکھتے بلکہ اس میں سے خدا بنا لیتے ہیں تو وہ) ظالم ہیں اور صاف طور پر ایسے غلط راستے پر چل رہے ہیں جو بالکل منزل تک نہیں جاتا (یعنی اس طرح نہ وہ اللہ کو سمجھ سکتے ہیں اور نہ اس کی محبت حاصل کر سکتے ہیں)۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ط وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ج وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۱۲﴾

12-اور بلاشبہ (غور و فکر کرنے والی ایسی ہی دانش جو) درست و نادرست کی اٹل حدیں مقرر کر کے حقائق کی باریکیوں کے مطابق فیصلے کرنے والی ہے وہ ہم نے لقمان کو عطا کر رکھی تھی تا کہ (وہ اللہ کی نعمتوں اور عنایت کا) شکر کرتا رہے۔ اور جو بھی شکر کرتا ہے تو وہ اپنے ہی نفس کے لئے شکر کرتا ہے (یعنی اس طرح وہ اپنے نفس کی نشو و نما کرتا ہے، 91/9)۔ اور جو شکر کرنے سے انکار کر دیتا ہے تو اس میں کوئی شک و شبہ ہی نہیں (کہ وہ اپنے نفس کو نشو و نما سے محروم کر دیتا ہے، 91/10۔ کیونکہ) اللہ تو وہ ہے جو کسی چیز کا بھی محتاج نہیں اس لئے کہ وہ اپنی ذات میں ایسا لامحدود و بے خطا و مکمل ہے کہ اس پر خود بخود اس کی عظمتوں کی تحسین و آفرین طاری رہتی ہے (حمید)۔

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ط اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

13-اور (لقمان خود بھی اللہ کے احکام و قوانین کی پیروی کرتا تھا اور اپنے بیٹے کو بھی اسی کی تلقین کرتا تھا۔ چنانچہ) ایک دفعہ لقمان نے اپنے بیٹے کو اچھے کاموں کے اچھے انجام اور بُرے کاموں کے بُرے نتائج کے بارے میں آگاہی دیتے ہوئے کہا کہ اے میرے بیٹے! (سب سے پہلے اس بنیادی اصول کو سمجھ لو جس پر انسانی فکر اور اعمال کی ساری عمارت کھڑی ہوتی ہے کہ) اللہ کے اقتدار و اختیار میں مت کسی کو شریک کرو کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ (شرک کرنے والا یعنی اللہ

کے ساتھ ساتھ کسی اور سے بھی دعائیں مانگنے والا اللہ کو اس کے مقامِ بلند سے نیچے لے آتا ہے اور دوسروں کو جن سے وہ دعائیں مانگتا ہے انہیں ان کے مقام سے اونچا لے جاتا ہے۔ اس لئے) اس میں کسی شک وشبے والی بات ہی نہیں کہ شرک سب سے بڑا ظلم ہے (کیونکہ ہر شے انسان کے لئے مسخر ہے مگر انسان کا سوائے اللہ کے کسی اور کے سامنے مسخر ہو جانا خود انسان کی تذلیل ہے۔ لہٰذا، اے میرے بیٹے! تم ایسا کبھی نہ کرنا)۔

(**نوٹ**: لقمان کا تعلق قومِ عاد سے تھا۔ یہ قوم شروع میں یمن میں آباد ہوئی تھی۔ اہلِ عاد نے حضرت محمدؐ سے تقریباً 3100 سال پہلے قوم کی حیثیت اختیار کی تھی۔ یمن میں ہی حضرت لقمان نے اپنے نام سے قبیلے کی بنیاد رکھی اس لئے وہاں قبیلۂ لقمان کا جدِ امجد لقمان کو ہی سمجھا جاتا ہے۔ حضرت لقمان کو سیر وسیاحت کا بھی شوق تھا چنانچہ انہوں نے یونان وعرب وافریقہ کے بعض علاقوں کی سیاحت کر رکھی تھی۔ حضرت لقمان حضرت داوٗدؑ کے دوستوں میں شمار ہوتے تھے۔ لقمان کا زمانہ حضرت محمدؐ سے تقریباً 1660 سال پہلے کا ہے۔ حضرت لقمان نہایت دانش مند، فلسفی، حکیم اور نیک کام کرنے والے انسان تھے۔ مگر قرآن میں انہیں نبی یا رسول نہیں کہا گیا۔ وہ اپنی جسمانی ساخت وقوت اور شکل وشباہت کے لحاظ سے متاثر کرنے والے انسان تھے۔ چنانچہ اپنی بہترین صلاحیتوں کی بناء پر ہی وہ عرب کے بعض علاقوں پر حکمران رہے۔ تحقیق سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ بدصُورت کُبڑے غلام تھے جیسا کہ بعض مفسرین ان کے بارے میں اس طرح کی رائے دیتے ہیں۔ قرآن میں لقمان کے وہ اقوال دیے گئے ہیں جو انہوں نے رسولوں پر نازل وحی سے اخذ کیے تھے۔ اور جو انہوں نے زندگی کے تجربے سے آگاہی حاصل کی اس سے اخذ شدہ بھی ان سے منسوب بہت سے اقوال ہیں، جیسے کہ: بیمار ہونے سے پہلے طبیب سے مشورہ کرو۔ اپنے بچے کو معاف نہ کرو اس کے لئے مناسب سزا اتنی ہی مفید ہے جتنی باغ کے لئے کھاد یا بیج کے لئے پانی۔ دوست سے دوستی اسی حد تک نبھاؤ جہاں تک اللہ ناراض نہیں ہوتا''۔ حضرت لقمان کی عمر تقریباً ستر سال تھی مگر بعض مفسرین کی رائے ہے کہ ان کی عمر بہت طویل تھی۔ انہوں نے جتنی بھی عمر پائی بہرحال، یہ طے ہے کہ انہوں نے لوگوں پر اپنی حکمت ودانش کے گہرے اثرات چھوڑے)۔

النصف

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿١٤﴾

14- اور (اس کے بعد انسانوں کے اپنے معاملات شروع ہوتے ہیں اور اس میں سب سے پہلے ماں باپ آتے ہیں۔ غور کرو تو حیوان بڑے ہو کر اپنے ماں باپ کو نہیں پہچانتے مگر انسانوں کو حیوانوں سے ہر لحاظ سے بلند تر رہنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ لقمان نے اپنے بیٹے کو اللہ کے اس فرمان سے آگاہ کیا کہ) ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں خصوصاً تاکید کر رکھی ہے (کہ وہ ان سے حسین سلوک کرے کیونکہ کیا تم غور نہیں کرتے کہ) اس کی ماں اس کا حمل اٹھائے ہوئے خود تو کمزور سے کمزور ہوتی جارہی ہوتی ہے (یعنی اس کی جسمانی بےبسی بڑھتی جارہی ہوتی ہے لیکن جو اس کے بس میں ہوتا ہے اس کے مطابق اس کی نگہداشت اور پرورش کرتی جارہی ہوتی ہے)۔ اور پھر اس کے دودھ چھوٹنے

میں دو سال لگ جاتے ہیں۔ لہٰذا، میرا شکرادا کرو (کہ میں نے تمہیں انسان تخلیق کیا)۔ پھر ماں باپ کا شکرادا کرو (کیونکہ ہم نے انہیں تمہاری نشوونما کے لئے ذریعہ بنایا۔ اس لئے یاد رکھو! کہ) تم نے لوٹ کر میری ہی طرف آنا ہے (تب تمہیں اپنے سب اعمال کا جواب دینا پڑے گا)۔

وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۡ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾

15- لیکن (ماں باپ سے بہترین روّیوں اور بہترین سلوک کی اس قدر تاکید کے ساتھ ہم نے انسان سے یہ بھی کہہ دیا کہ) اگر وہ یہ جدوجہد کریں کہ تم کسی کو میرا شریک ٹھہراؤ (چاہے تم اسے جانتے ہو یا) جس کا تمہیں کوئی علم نہ ہو تو اس سلسلے میں مت ان کا کہا مانو۔ البتہ دنیا کے (معاملات میں) ان کے ساتھ انتہائی اچھے طریقے سے (زندگی) بسر کرو۔ اور ان کا راستہ اختیار کرو جن کا ہر قدم اللہ کی جانب اٹھتا ہے۔ (اور یاد رکھو کہ) تمہیں میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے جہاں میں تمہیں تمہارے اعمال کے بارے میں آگاہ کردوں گا (کہ تم کیا کیا جرم و گناہ کرتے رہے ہو)۔

يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۶﴾

16- (پھر لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا کہ) اے میرے بیٹے! اس میں کوئی شک و شبہ ہی نہیں کرنا کہ اگر (تمہارا کوئی عمل) رائی کے دانے کے برابر بھی ہو اور وہ کسی سخت پتھر کے اندر (چھپا) کر رکھا ہو یا وہ آسمانوں اور زمین میں (کہیں بھی ہو) تو اللہ اسے (سامنے) لے آئے گا کیونکہ بلاشبہ وہ لامحدود طور پر باریک ترین کو دیکھ لینے والا ہے اور لامحدود طور پر باخبر ہے۔

يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰي مَآ اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۷﴾

17- (اور اس نے اپنے بیٹے سے یہ بھی کہا کہ) اے میرے بیٹے! صلوٰۃ قائم کرو یعنی نماز سمیت نازل کردہ تمام احکام و قوانین کو اختیار کرو اور اللہ نے جن کاموں کو درست قرار دے رکھا ہے انہیں کرنے کی تلقین کرو اور جن کاموں سے منع کر رکھا ہے (ان سے منع رہنے کی تلقین کرو) اور تم پر (اس ساری جدوجہد کے دوران اگر مشکلات آ پڑیں تو گھبرانے کی بجائے) ثابت قدمی سے ڈٹے رہو۔ کیونکہ اس میں کوئی شک و شبے والی بات ہی نہیں کہ ایسے معاملات میں (ثابت قدمی سے ڈٹے رہنا) بہت بڑے حوصلے سے ہی ممکن ہوتا ہے۔

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۚ﴿۱۸﴾

18-اور انسانوں سے (تکبر کی بناء پر) منہ پھیر کر مت بات کرنا اور زمین میں مت اترائے ہوئے چلنا کیونکہ اس میں کوئی شک وشبہ ہی نہیں کہ اللہ ایسے کسی سے محبت نہیں کرتا جس میں خود پسندی اور اوچھا پن ہو۔

(**نوٹ**: یہ آیت 31/18 ایسے لوگوں کے لئے سخت تنبیہہ ہے جن میں تکبر، خود پسندی اور اوچھا پن ہے اور دنیا کی چیزوں اور رُتبوں کو اپنے تکبر اور بڑائی کی وجہ بنا لیتے ہیں۔ اللہ ایسے لوگوں کو اپنی محبت سے محروم کر دیتا ہے)۔

ع 2 8 11

وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ؑ﴿۱۹﴾

19-اور اپنی رفتار میں اعتدال اور میانہ روی اختیار کرو۔ نرم اور ہلکی آواز سے بات کیا کرو کیونکہ اس میں کوئی شک ہی نہیں کہ آوازوں میں سب سے ناپسندیدہ آواز گدھے کی سمجھی جاتی ہے (لہٰذا پروقار نرم لہجہ اختیار کرو)۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿۲۰﴾

20-(یہ تھے وہ چند حقائق جن کے بارے میں لقمان نے اپنے بیٹے کو سبق آموز آگاہی دی۔ لیکن) کیا تم خود غور نہیں کرتے ہو کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے ان سب کو اللہ نے ایسے قوانین میں جکڑ رکھا ہے جن کی وجہ سے وہ تمہارے لئے یعنی تمہارے سامنے بے بس ہیں، مقصد اس سے یہ ہے کہ تمہاری نشو ونما کے لئے جس قدر ساز وسامان کی ضرورت ہے (**نعمہ**) چاہے وہ کسی بھی لحاظ سے (کائنات کے پردوں میں) چھپا ہو یا ویسے ہی ظاہر کر دیا گیا ہو وہ سب تمہیں بھرپور طور پر دیا جائے (تا کہ تمہاری ظاہری و باطنی نشو ونما کی تکمیل ہو جائے۔ اس کے باوجود حالت یہ ہے کہ بجائے اللہ کو سمجھنے اور اس کا شکر ادا کرنے کے) انسانوں میں بعض ایسے ہیں جو بغیر کسی علم کے اور بغیر کسی درست رہنمائی کے اور بغیر کسی کتابِ منیر کے یعنی بغیر کسی روشن و واضح ضابطۂ احکام وقوانین کے اللہ کے بارے میں بحث وتمحیص و جھگڑا کرتے رہتے ہیں۔

(**نوٹ**: اس سُورۃ کی آیات 31/13-19 تک یہ آگاہی دیتی ہیں کہ ہر ماں باپ، لقمان کی طرح اس بات کا پابند ہے کہ وہ اپنی اولاد کو توحید اور انسانی قدروں کی اس طرح تعلیم وآگاہی فراہم کرے کہ پھر وہ آیت 31/20 کے مطابق خود بخود کائنات کے حقائق کو سمجھنے اور جانچنے کی طرف مائل ہو جائے)۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۲۱﴾

21-چنانچہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم پیروی کرو اس کی جس کو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہ کہہ دیتے ہیں (کہ ہم ایسا

نہیں کریں گے) بلکہ ہم تو اسی ڈگر پر چلتے جائیں گے جس پر ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا ہے چاہے وہ (راستہ شیطان کا ہی تیار کردہ کیوں نہ ہو۔اور حقیقت تو یہ ہے کہ) شیطان ہی انہیں عذابِ سعیر کی طرف بلا رہا ہوتا ہے (یعنی ایسا عذاب جس میں انسان کی غلط راستوں، طریقوں وعقیدوں پر چلنے کی ہوس وحرص آگ کے شعلوں کی طرح بھڑک اٹھتی ہے اور اسے پورا کرنے کے لئے وہ دیوانہ وپاگل ہوا پھرتا ہے اور اسی میں اس کی مسرتیں اور خوشگواریاں راکھ کا ڈھیر ہو کر رہ جاتی ہیں اور نتیجے کے طور پر آخرت میں بھی اسے بھڑکتی آگ کا سامنا کرنا ہوتا ہے)۔

(نــــوٹ: یہ آیت 31/21 مسلمانوں سمیت ساری نوعِ انسان کو فرداً فرداً اور اجتماعی طور پر اپنے مذہب، دین، عقیدے، فرقے، مسلک اور نظریے کو پرکھ کر اور جانچ کر اختیار کرنے کی پابند کرتی ہے اور کوئی بھی جس نے اپنا عقیدہ محض باپ دادا کی وجہ سے وراثت میں لے کر اختیار کر رکھا ہے اور اس کے بعد اس نے نہ اسے جانچا اور نہ پرکھا اور نہ ہی اسے نازل کردہ وحی کی مستقل قدروں وسچائیوں کے مقابل لا کر پرکھنے کی کوشش کی تو یہ آیت ہر ایسے انسان کے دین ومذہب ومسلک کو مسترد کر دینے کی آگاہی دیتی ہے)۔

وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۭ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿٢٢﴾

22-اور (یاد رکھو کہ زندگی کا صحیح راستہ یہ نہیں ہے کہ بغیر سوچے سمجھے اور بغیر عقل وبصیرت کے باپ دادا کے راستے پر چلتے جاؤ چاہے وہ تباہیوں کو جانے والا ہو بلکہ صحیح راستے پر وہ ہے) جس نے اپنا چہرہ اللہ کی طرف جھکا رکھا ہے (یعنی جس نے اپنی توجہ اور اپنی خواہشات کے تقاضوں کو اللہ کے احکام وقوانین کے تابع کر رکھا ہے اور اس کی ایک نشانی یہ ہے) کہ وہ حقیقی ضرورت مندوں کو ان کی ضرورت کے پیشِ نظر عدل سے زیادہ دینے والا ہوتا ہے تاکہ زندگی کے حسن وتوازن میں اضافہ ہوتا رہے (محسنین)۔ایسا شخص یقین کر لے کہ اس نے ایسے محکم سہارے کو تھام لیا (جو اسے کبھی دغا وفریب نہیں دے گا) کیونکہ تمام معاملات کے انجام ونتائج اللہ کی طرف چلے جا رہے ہیں۔

وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ۭ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿٢٣﴾

23-(یہ ہے زندگی کا صحیح راستہ، جو اس پر چلتا ہے تو وہ اطمینان اور مسرتوں کی منزل کی طرف گامزن ہے) اور جو اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیتا ہے (تو وہ اپنے ہی نقصان کی طرف چلتا جا رہا ہوتا ہے)۔اس لئے (اے رسولؐ) تمہیں ایسے شخص کی اس انکار کی روش سے غمگین نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہ لوٹ کر ہماری ہی طرف چلے آ رہے ہیں پھر ہم انہیں ضرور بتلا دیں گے کہ وہ کس قسم کے کام کیا کرتے تھے اور اس میں کوئی شک وشبہ ہی نہیں کہ اللہ احساسات وجذبات میں ابھرنے والے تاثرات کا بھی علم رکھنے والا ہے۔

(نـــوٹ: صدر کا مادہ (ص د ر) ہے۔ عام طور پر اس کا مطلب سینہ لیا جاتا ہے۔ اس کی جمع صدور ہے۔ اسی وجہ سے ہر چیز کے اعلیٰ، مقدم اور اگلے حصہ کو صدر کہا جاتا ہے۔ اور اسی سے قوم کے اعلیٰ حکمران کو صدر کہا جانے لگا۔ البتہ اس کا بنیادی مطلب جانوروں کا گھاٹ سے پانی پی کر واپس آنا ہے کیونکہ قرآن کی آیت 28/23 میں یہ انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ اسی سے صدر کا مطلب ''آگے جانا نکلنا اور لوٹنا'' لے لیے گئے۔ کیونکہ احساسات وجذبات کا اپنا عمل اُبھرنا نکلنا لوٹنا وغیرہ ہوتا ہے تو انسانی ذات کے حوالے سے اس سے مراد احساسات وجذبات وغیرہ ہیں۔ اور کیونکہ محسوسات کے اثرات انسان جسمانی طور پر سینے میں بھی محسوس کرتا ہے تو مفہوم ومراد کے طور پر عام حوالے سے صدر کا مطلب سینہ یا دل بھی لے لیا جاتا ہے۔ مگر حقیقت میں اس سے مراد احساسات وجذبات وعلم وعقل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آیت 10/57 میں قرآن نے اپنے آپ کو **شفـاء لمـافی الصدور** کہا ہے یعنی یہ تمام ذہنی اور نفسیاتی امراض کے لئے شفا ہے)۔

نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۲۴﴾

24-(بہرحال، بات صرف اتنی ہے کہ عمل اور اس کے نتیجے کے درمیان مہلت کے پیمانے مقرر ہیں۔ لہٰذا، ایسے لوگوں کو اس عارضی زندگی میں) ہم تھوڑے سے فائدے اٹھانے کے مواقع فراہم کر رہے ہیں۔ پھر ہم انہیں عذابِ غلیظ کی طرف کھینچ لائیں گے (یعنی وہ عذاب جو پوری شدت کے ساتھ طاری ہوتا ہے)۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾

25-حالانکہ (ایسے لوگوں کے تضادات کی کیفیت یہ ہے کہ) اگر تم ان سے پوچھو! کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے تخلیق کیا ہے؟ تو وہ بلاشبہ یہی کہیں گے کہ اللہ نے (انہیں تخلیق کیا ہے۔ تو پھر انہیں) آگاہ کر دو! کہ **الحمدُ لِلّٰہ** یعنی اللہ کی لامحدود وبے خطا عظمتوں کا اعتراف ہی اس کی تحسین وستائش ہے مگر ان میں اکثر کو اس کا علم نہیں ہے۔

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۶﴾

26-(بہرحال، انہیں یہ آگاہی دیتے رہو کہ) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے۔ بلاشبہ اللہ تو وہ ہے جو غنی ہے یعنی جو کبھی بھی کسی کا محتاج نہیں بلکہ خود عطا کرنے والا ہے اور وہ حمید ہے یعنی وہ لامحدود وبے خطا ومکمل ایسا ہے کہ اس پر خود بخود تحسین وآفرین طاری رہتی ہے۔

وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۷﴾

27-چنانچہ اگر یہ ہو کہ زمین میں جو بھی درخت ہیں وہ قلمیں بن جائیں یعنی لکھنے کے ذرائع بن جائیں اور سمندر اس کی روشنائی بن جائیں اور اس کے بعد سات سمندر (یعنی کئی سمندر اور بھی لکھنے کے لئے روشنائی بن جائیں اور لکھنے والے

لکھتے چلے جائیں) تب بھی اللہ کے کلمات (یعنی اللہ کی باتیں یعنی اللہ کے علوم وقوانین وحقائق) ختم نہیں ہوں گے۔ بلاشبہ اللہ لامحدود قوتوں کا مالک اور درست و نادرست کی اٹل حدیں مقرر کر کے حقائق کی باریکیوں کے مطابق فیصلے کرنے والا ہے۔

(**نوٹ**: یہ آیت 31/27 آگاہی دیتی ہے کہ اللہ کے تخلیق کردہ حقائق لامحدود ہیں اور نوعِ انسان کو بھی اپنی تحقیق لامحدود کر کے ان سے لامحدود استفادے حاصل کرنے کی جانب بڑھنا چاہیے)۔

مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۸﴾

28-(لہٰذا، اس کے حقائق کا اندازہ صرف اس ایک حقیقت سے لگاؤ کہ) تم سب کو درست تناسب وتوازن کے پیمانے کے مطابق وجود پذیر کرنا اور تم سب (کو مرنے کے بعد پھر سے زندہ کر کے) اٹھا لینا صرف ایک شخص (کو تخلیق کرنے اور اٹھانے) کی طرح ہے۔ (مگر تم انکار میں جو کچھ بھی کہتے ہو کہتے رہو) کیونکہ اس میں کوئی شک وشبے والی بات ہی نہیں کہ اللہ سب کچھ سننے والا اور سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

(**نوٹ**: یہ آیت 31/28 اتحادِ آدم اور اتحادِ انسانیت کی جانب مکمل اور آخری آگاہی ہے۔ یہ آیت آگاہی دیتی ہے کہ ساری کی ساری نسلِ آدم کو پیدا کرنا ایک انسان کو پیدا کرنے کی طرح ہے یعنی اِس لحاظ سے مسلمان، عیسائی، یہودی یا دیگر کسی بھی مسلک وعقیدہ سے تعلق رکھنے والے انسان میں پیدائش کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں اِس لئے یہ ضروری ہے کہ تمام انسان متفقہ طور پر انسانیت کے مستقل پیمانے طے کر لیں تاکہ شجرۃ سے یعنی ایسے خوں ریز اختلافات سے محفوظ ہو جائیں جیسے کہ کبھی آدم اور اُس کی زوجہ یعنی نسل انسانی سے اُن کی جنت چھن گئی تھی۔ کیونکہ اُنہوں نے بھی شجرۃ کا پھل کھا لیا تھا یعنی اختلافات کے نتائج بھگت لیے تھے اور وہ بے لباس ہو کر رہ گئے تھے۔ لہٰذا، بہتر یہی ہے کہ نوعِ انسان وحی کے نازل کردہ انسانیت کے مستقل پیمانے متفقہ طور پر اپنانے کے لئے جدوجہد کریں کیونکہ ساری نوع انسان پیدائش کے لحاظ سے ایک انسان کی طرح ہے)۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۫ كُلٌّ يَّجْرِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۹﴾

29-(حالانکہ) کیا تم غور نہیں کرتے ہو کہ اللہ رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو قوانین کی زنجیروں میں جکڑ کے بے بس کر رکھا ہے (سخر)۔ لہٰذا، ہر ایک، ایک مقررہ مدت تک کے لئے برابر چلا جا رہا ہے۔ اس لئے (یاد رکھو کہ) تم جو کچھ بھی کام کر رہے ہوتے ہو تو اللہ کو اس کی پوری پوری خبر ہوتی ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۳۰﴾ ع 3 11 12

30-(لہٰذا؛ ایسے تمام حقائق) یہ ثابت کرنے کے لئے ہیں کہ اللہ ہی حق ہے اور اللہ کے علاوہ جن سے یہ لوگ دعائیں مانگتے ہیں وہ قطعئی طور پر باطل ہیں یعنی غلط و بے بنیاد و غیر حقیقی ہیں۔ اور یہ بھی ہے کہ اللہ تو وہ ہے جو اعلیٰ سے اعلیٰ اور بڑے سے بڑا ہے (اس لئے دعائیں بھی صرف اللہ ہی سے مانگو کیونکہ وہ ہر ایک کی براہِ راست دُعا سنتا اور جواب دیتا ہے، 40/60)۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾

31-(اور یہ بھی کہ) کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ کس طرح کشتیاں اللہ کے پیدا کردہ سامانِ زندگی کو لئے سمندر میں رواں دواں ہوتی ہیں (اور یہ اس لئے ہے) تاکہ وہ تمہیں اپنے قوانین دکھائے (کہ وہ کس طرح سرگرمِ عمل ہیں)۔ لیکن بلاشبہ یہ نشانیاں ان کے لئے ہیں جو بڑی ثابت قدمی سے (ان کا مشاہدہ) کرنے والے اور ان کی قدر کرنے والے ہیں۔

وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾

32-اور جب کوئی موج ان پر سائبانوں کی طرح چھا جاتی ہے تو وہ اللہ سے اس طرح دُعائیں مانگنے لگ جاتے ہیں کہ گویا انہوں نے خالصتاً اللہ کا ہی نظامِ زندگی اختیار کر رکھا ہے۔ اور پھر جب اللہ انہیں بچا کر خشکی تک لے آتا ہے تو ان میں سے بعض کی (کیفیت تو خیر پھر بھی ایسی ہوتی ہے کہ) وہ میانہ روی اختیار کرتے ہیں اور وہ ہمارے احکام وقوانین کا انکار نہیں کرتے لیکن ان میں صرف وہ جو عہد توڑنے والے ہوتے ہیں وہ (ہماری مدد و رہنمائی) کی قدر کرنے سے انکار کر دیتے ہیں،

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۡ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـــــًٔا ۭ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۪ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۳۳﴾

33-(لہٰذا) اے نوعِ انسان (تم ایسے لوگوں کی طرح مت ہو جانا) بلکہ تباہ کن نتائج سے بچنے کے لئے اپنے رب کے احکام وقوانین کو اختیار کیے رکھو اور اس دن سے ڈرو جب نہ کوئی باپ اپنے بیٹے کے کام آئے گا اور نہ کوئی بیٹا اپنے باپ کے کام آئے گا۔ بلاشبہ اللہ کا وعدہ سچ ہو کر رہے گا۔ اس لئے (دیکھنا! کہیں یہ) دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ مبتلا کر دے۔ لہٰذا، دھوکہ دینے والے کی (چالوں پر گہری نظر رکھو) کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں اللہ کے معاملے میں دھوکے میں

مبتلا کر دے۔

ع 4 4 13 اِنَّ اللّٰہَ عِنۡدَہٗ عِلۡمُ السَّاعَۃِ ۚ وَ یُنَزِّلُ الۡغَیۡثَ ۚ وَ یَعۡلَمُ مَا فِی الۡاَرۡحَامِ ؕ وَ مَا تَدۡرِیۡ نَفۡسٌ مَّاذَا تَکۡسِبُ غَدًا ؕ وَ مَا تَدۡرِیۡ نَفۡسٌۢ بِاَیِّ اَرۡضٍ تَمُوۡتُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ ﴿۳۴﴾

34-(کیونکہ) بلاشبہ اللہ ہی کے پاس ہر ساعت یعنی ہر لمحے کا اصل و لامحدود علم ہے اور یہ وہی ہے جو بارش نازل کرتا ہے۔ اور اسے علم ہے جو کچھ رحموں میں ہے۔ اور کوئی نفس نہیں جانتا کہ کل وہ اپنے کام کا کیا نتیجہ پیدا کرے گا اور کوئی نفس نہیں جانتا کہ کس زمین میں اس کی موت واقع ہوگی۔ بلاشبہ اللہ لامحدود علم رکھنے والا ہے اور خبیر ہے یعنی جسے مناسب سمجھتا ہے حقائق کی خبر کر دیتا ہے۔

(**نوٹ**: خبیر کا مادہ (خ ب ر) ہے۔ اِس کا بنیادی مطلب ہے خبر یعنی آگاہی رکھنے والا اور خبر و آگاہی دینے والا۔ جب علیم و خبیر کے الفاظ اللہ کے لئے استعمال ہوتے ہیں تو اِن کے مطالب ہیں: لامحدود علم و آگاہی رکھنے والا اور مناسبت کے مطابق علم و آگاہی دینے والا۔ مخلوقات کو اور خاص کر مخلوق انسان کو جتنا بھی علم حاصل ہے اور جتنی علم و آگاہی حاصل ہوتی رہے گی تو وہ اللہ کی وجہ سے ہے۔ چنانچہ انسان کا یہ جان جانا کہ ماں کے رحم میں کیا ہے یا موسموں کے بارے میں جاننا یا دیگر لاتعداد حقائق کو جان جانا تو یہ اللہ کے علیم و خبیر ہونے والی صفات ہیں یعنی مناسبت کے مطابق علم و آگاہی دینے والا۔ البتہ نباء یہ ہے کہ ایسی آگاہی جو بہت بڑی اور بنیادی اہمیت کی حامل ہو۔ اِسی سے لفظ نبی نکلا ہے یعنی اللہ کی جانب سے نازل کردہ بنیادی اہمیت کی حامل آگاہیاں دینے والا)۔